مؤسسة الشيخ
محمد بن صالح العثيمين الخيرية
رحمه الله تعالى

نسوانی طبعی خون کے احکام

تالیف:

فضیلۃ الشیخ علّامہ محمد بن صالح العثیمین

اللہ تعالیٰ ان کی، ان کے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے

شركاء التنفيذ
جمعية
خدمة المحتوى الإسلامي
باللغات

نسوانی طبعی خون کے احکام

تالیف:

فضیلۃ الشیخ علاّمہ محمد بن صالح العثیمین

اللہ تعالیٰ ان کی، ان کے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے

شروع کرتاہوں اللہ کے نام سے جو بڑامہربان،نہایت رحم کرنے والاہے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی تعریف بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، جسے اللہ تعالی ہدایت عطا کردے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی راہ نہیں دکھا سکتا، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ وہ تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اللہ تعالی آپ پر، آپ کی آل واصحاب پر اور قیامت تک آپ کی پیروی کرنے والوں پر ڈھیروں درود وسلام نازل فرمائے۔

امّا بعد:

یقیناً حیض، استحاضہ اور نفاس کا خون جو عورت کو لاحق ہوتا ہے ایسے اہم امور میں سے ہے کہ جن کے بیان کرنے اور جن کے احکام کی پہچان کرنے اور جن میں اہلِ علم کے صحیح اقوال میں سے غلط اقوال کو الگ کرنے کی ضرورت وحاجت پیش آتی ہے۔ تو اس بارے میں جس قول کو راجح قرار دیا جائے گا یا کمزور قرار دیا جائے گا اس پر اعتماد کتاب وسنت کی روشنی میں ہوگا۔

۱- کیوں کہ یہ دونوں بنیادی مصدر ہیں جن پر ایسے احکامِ الٰہی کی بنیاد رکھی گئی ہے جن کے ذریعہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو عبادت کا فرمان جاری کیا اور جن کا انہیں مکلّف ٹھہرایا ہے۔

۲- اور اسی طرح کتاب وسنت پر اعتماد کرنے میں دل کا اطمینان وسکون، سینے کی کشادگی، نفس کی خوشی اور ذمہ داری کا پورا ہونا ہے۔

۳- اور اسی طرح (کتاب وسنت کے علاوہ) جو دوسرے مصادر ہیں ان کے لئے حجت پکڑی جاتی ہے نہ کہ خود ان کو حجت مانا جاتا ہے۔

کیوں کہ راجح قول کے مطابق حجت صرف اور صرف اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے کلام میں ہے اور اسی طرح اہلِ علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فرامین میں ہے، بشرطیکہ وہ فرامین کتاب وسنت کے مخالف نہ ہوں اور دوسرے صحابی کا قول بھی اس کے خلاف نہ ہو اگر وہ کتاب وسنت کے خلاف ہے تو پھر کتاب وسنت میں موجود حکم کو ماننا واجب ہے، اور اگر دوسرے صحابی کا قول اس کے خلاف ومعارض ہوا تو پھر ان دونوں اقوال کے درمیان ترجیح مطلوب ہوگی اور ان دونوں میں جو راجح قول ہوگا اس کو لے لیا جائے گا۔ کیوں کہ اللہ کا فرمان ہے: "اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کر بیٹھتے ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ انجام کے اعتبار سے بہتر اور اچھا ہے"۔ [النساء:۵۹]۔

یہ مختصر سا رسالہ "نسوانی طبعی خون" اور ان کے احکام کے بارے میں ہے کہ جن کے بیان کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور یہ رسالہ مندرجہ ذیل فصول پر مشتمل ہے:

پہلی فصل: حیض کے معانی اور حکمت کے متعلق۔

دوسری فصل: حیض کے زمانے اور مدت کے متعلق۔

تیسری فصل: حیض پر اچانک طاری ہونے والے امور کے متعلق۔

چوتھی فصل: حیض کے احکام کے متعلق۔

پانچویں فصل: استحاضہ اور اس کے احکام کے متعلق۔

چھٹی فصل: نفاس اور اس کے احکام کے متعلق۔

ساتویں فصل: ادویہ کے ذریعے حیض کو روکنے یا لانے اور ادویہ کے ذریعے حمل روکنے یا ساقط کرنے کے بارے میں۔

پہلی فصل: حیض کا معنی اور اس کی حکمت

لغوی معنی : لغت میں "حیض (Menses)" کا معنی "کسی چیز کا بہنا" اوراس کا جاری ہونا" ہے۔

شرعی معنی: وہ خون جو عورت کو طبیعت کے تقاضے کے مطابق بغیر کسی سبب کے معلوم اوقات میں آتا ہے۔ اور یہ طبعی خون ہے، مرض، زخم، سقط، اور ولادت اس کے آنے کا سبب نہیں ہیں، اور جبکہ یہ طبعی خون ہے تو یہ عورت کی حالت، ماحول اور فضا کے اعتبار سے مختلف ہوتا رہتا ہے، اور اسی لیے خواتین اس میں واضح طور پر مختلف ہوتی ہیں۔

حیض کی حکمت: بچہ جب اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اس کے لیے غذا کھانا ناممکن ہوتا ہے جس طرح پیٹ سے باہر کھاتا ہے اور مخلوق میں سب سے زیادہ بچہ سے رحم کرنے والی (ماں) کے لیے بھی ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اپنے بچے کو کچھ نہ کچھ خوراک پہنچا سکے تو اس وقت اللہ تعالیٰ عورت کے اندر خون کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پیدا کردیتا ہے جس کے ذریعہ بچہ (بغیر کسی کھانے اور ہضم کرنے کے) ماں کے پیٹ میں غذا حاصل کرتا ہے، یہ خون کے ذرات بچے کے جسم میں ناف کے ذریعہ پہنچتے ہیں جہاں سے خون بچہ کی رگوں میں سرایت کرتا ہے تو بچہ اس خون سے خوراک حاصل کرتا ہے۔(فتبارك الله أحسن الخالقين)۔

اس حیض میں یہی حکمت پنہاں ہے، اس وجہ سے جب خاتون حاملہ ہوتی ہے تو اسے حیض آنا بند ہو جاتا ہے، نادر صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں، اور اسی طرح ایام رضاع میں اکثر عورتوں کا حیض بند ہو جاتا ہے بالخصوص ابتدائی ایام میں۔

دوسری فصل: حیض کے زمانے اور مدت کے متعلق۔

اس فصل میں کلام دو مقامات پر ہو گا:

پہلا مقام: وہ عمر جس میں حیض آتا ہے۔

دوسرا مقام: حیض کی درست مدت کے متعلق۔

پہلا مقام: حیض کا زمانہ: غالب طور پر جس عمر میں عورت کو حیض آتا ہے وہ بارہ (۱۲) سے لیکر پچاس (۵۰) سال کے درمیان ہے۔ کبھی کبھار عورت اپنی حالت، ماحول اور آب وہوا کے اعتبار سے مذکورہ مدت سے پہلے یا بعد میں بھی حائضہ ہو جاتی ہے۔

علماء کرام نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے ایا اس عمر کی کوئی حد متعین ہے جس میں خاتون کو حیض آتا ہے؟ تاکہ معلوم ہو سکے کہ عورت کو اس عمر سے پہلے یا بعد میں حیض نہیں آتا، اور اسی طرح جو خون حد مقررہ سے پہلے یا بعد میں خاتون کو آئے گا کیا وہ خون خرابی مزاج سے ہو گا حیض کا نہیں ہو گا؟

اس بارے میں علماء کرام نے اختلاف کیا ہے، اختلاف ذکر کرنے کے بعد امام دارمی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: "یہ سب میرے نزدیک غلط ہے کیونکہ تمام مراحل میں معتمد بات حیض کا پایا جانا ہے، تو خون کی جو بھی مقدار جس بھی حالت اور عمر میں پائی جائے گی اس کو حیض شمار کرنا واجب ہے"۔ واللہ اَعلم۔

اور جو بات امام دارمی رحمہ اللہ نے فرمائی ہے یہی درست ہے اور اسی کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے پسند کیا ہے، پس جب عورت حیض کا خون دیکھے گی تو وہ حائضہ ہو گی، اگرچہ وہ نو سال سے کم یا پچاس (۵۰) سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو، اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حیض کے احکام حیض آنے پر متعین کیے ہیں اس کے لیے کوئی عمر مقرر نہیں کی، تو اس میں حیض آنے کی

طرف رجوع واجب ہے جس کے وجود پر احکام معلق کیے گئے ہیں اور حیض کے لیے معین عمر کی حد بندی کرنا کتاب وسنت سے دلیل کی محتاج ہے، اور اس بارے میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

اور دوسرا مقام حیض کی مدت یعنی حیض کے زمانہ کی مقدار کے بارے میں ہے۔

اس بارے میں علماء کرام کے تقریباً چھ یا سات اقوال ہیں۔ بقول امام ابن منذر رحمہ اللہ: ''ایک گروہ نے کہا ہے کہ حیض کے کم یا زیادہ ایام کی حد مقرر نہیں ہے''۔

میں کہتا ہوں دارمی کے گزشتہ قول کی طرح یہی درست ہے، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسی کو پسند کیا ہے کیوں کہ کتاب وسنت اور قیاس صحیح اسی پر دال ہیں۔

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :''وہ آپ (ﷺ) سے حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں، کہہ دو وہ گندگی ہے حیض کے ایام میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب مت جاؤ''۔[البقرۃ:۲۲۲] تو اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے رکنے کی انتہا'' طہر ''(پاکی) بنائی ہے اور ایک رات ودن گزرنے، یا تین دن یا پندرہ دن کو غایت نہیں بنایا تو اس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ عورت سے الگ رہنے کے حکم کی علت حیض ہی ہے۔ تو جب بھی حیض پایا جائے گا حکم ثابت ہو جائے گا اور جب خاتون حیض سے پاک ہو جائے گی تو حیض کے احکام بھی زائل ہو جائیں گے۔

دوسری دلیل: صحیح مسلم سے ثابت ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (جب وہ عمرہ کے احرام کی حالت میں حائضہ ہو گئی تھیں) فرمایا :''طواف کے علاوہ ہر وہ عمل کرو جو کہ ایک عام حاجی کرتا ہے یہاں تک کہ تم پاکی حاصل کرلو''۔ فرماتی ہیں: میں قربانی کے دن پاک ہو گئی تھی''۔ الحدیث۔

اور صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا :''انتظار کرو جب حیض سے پاک ہو جاؤ تو مقام تنعیم کی طرف نکل جانا''۔ (احرام عمرہ کے لیے) تو آپ ﷺ نے

طواف نہ کرنے کی غایت " طہر " بنائی ہے، اور معین مدت غایت نہیں بنائی، تو یہ حدیث دلیل ہے کہ حیض کے ہونے یا نہ ہونے پر ہی حیض کا حکم لاگو ہوتا ہے۔

تیسری دلیل: یقیناً حیض کی مدت کے اندازے اور تفصیلات جن کو فقہاء کرام نے اس مسئلہ میں ذکر کیا ہے یہ کتاب وسنت میں موجود نہیں ہیں باوجود اس کے کہ حاجت بلکہ ضرورت ان کے بیان کرنے کی متقاضی تھی۔ اگر ان " تقدیرات وتفصیلات " کا تعلق ایسے امور سے ہوتا جن کا سمجھنا اور اس کے ساتھ اللہ کی بندگی کرنا بندوں پر واجب ہوتا تو اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ ضرور ہر کسی کے لیے بیان کر دیتے ان احکام کی اہمیت کے پیشِ نظر جو ان ساری باتوں پر مرتب ہوتے ہیں جیسے نماز، روزہ، نکاح، طلاق، وراثت وغیرہ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے نمازوں کی تعداد، اوقات، رکوع اور سجود، اور زکوٰۃ نیز جن مالوں میں زکاۃ واجب ہوتا ہے ان کو، اسی طرح زکاۃ کے نصاب، مقدار اور مصارف کو اور روزہ: اس کی مدت اور زمانہ کو، اور حج وغیرہ کے احکام کو بیان کیا ہے۔ حتی کہ کھانے پینے، نیند لینے، جماع کرنے اور بیٹھنے، گھر میں داخل ہونے اور اس سے نکلنے کے آداب اور قضائے حاجت کے آداب بیان کیے ہیں، یہاں تک کہ ڈھیلوں کی تعداد بھی بیان کی ہے علاوہ ازیں چھوٹے اور بڑے امور جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دین کو مکمل کیا ہے اور اپنے مومنین بندوں پر نعمت کو مکمل کیا ہے ان کو بھی بیان کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے :"اور ہم نے آپ پر جو کتاب اتاری ہے وہ ہر چیز کو بیان کرنے والی ہے"۔[النحل:۸۹]، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :"یہ قرآن کوئی من گھڑت بات نہیں ہے بلکہ یہ پہلی (کتب کی) تصدیق کرنے والا اور ہر چیز کی تفصیل بیان کرنے والا ہے"۔[یوسف:۱۱۱]۔

جب یہ حیض کی مدت کے اندازے قرآنِ حکیم اور نہ ہی سنتِ رسول ﷺ میں پائے جاتے ہیں تو واضح ہوا کہ ان اندازوں اور تفاصیل پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اعتماد صرف حیض کے نام پر ہے

جس پر شرعی احکام وجود اور عدمِ وجود کے اعتبار سے معلق کیے گئے ہیں۔ اور یہ دلیل یعنی کتاب و سنت میں حکم کا عدمِ ذکر دلیل ہے اس کے عدمِ اعتبار کی، یہ دلیل تم کو اس مسئلہ اور اس کے علاوہ دوسرے علمی مسائل میں بھی نفع دے گی کیوں کہ احکامِ شرعیہ صرف اور صرف دلیلِ شرعی یعنی کتاب اللہ، سنتِ رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، معروف اجماع اور قیاسِ صحیح سے ثابت ہوتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے "قاعدہ" میں فرمایا ہے: "اور ان میں سے ایک حیض کا نام بھی ہے اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت میں متعدد احکام اس کے ساتھ معلق کیے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حیض کے اقل اور اکثر کا تعین اور دو حیضوں کے درمیان طہر کا تعین نہیں کیا جب کہ اس کی ضرورت تھی اور لغت سے بھی اس کا تعین نہیں ہے تو جس نے اس بارے میں کوئی حد مقرر کی اس نے قرآن و سنت کی مخالفت کی"۔ اھ۔

چوتھی دلیل: اعتبار یعنی قیاسِ صحیح مطرد، اللہ تعالیٰ نے حیض کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ "أذی" (گندگی) ہے جب بھی حیض پایا جائے گا تو "أذی" موجود ہوگی، دوسرے اور پہلے دن کے درمیان، تیسرے اور چوتھے دن کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اسی طرح سے سولہویں اور پندرویں دن کے درمیان اور اٹھارویں اور سترویں دن کے درمیان بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ " حیض "حیض ہے اور " أذی" أذی ہے، علت دونوں ایام میں بالکل یکساں ہے تو دو دنوں کے درمیان حکم میں فرق کیسے صحیح ہوگا باوجود اس کے کہ دونوں علت میں برابر ہیں؟ کیا یہ قیاسِ صحیح کے مخالف نہیں ہے؟ کیا دونوں ایام کے علت میں متساوی ہونے کی وجہ سے دونوں کے حکم میں تساوی قیاسِ صحیح کا تقاضا نہیں ہے؟

پانچویں دلیل: حد مقرر کرنے والے حضرات کے اقوال میں اختلاف۔ حد مقرر کرنے والوں کے اقوال کا اختلاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی ایسی دلیل نہیں جس کی طرف لوٹنا واجب ہو اور یہ صرف اجتہادی احکام ہیں (جو خطا و صواب کا احتمال رکھتے ہیں) ان احکام میں کوئی

ایسا نہیں جو دوسرے سے زیادہ قابلِ اتباع ہو، اور اختلاف کے وقت صرف کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

جب اس قول کی قوت واضح ہو چکی کہ حیض کے اقل یا اکثر کی کوئی حد مقرر نہیں اور یہی قول راجح ہے تو جان لو! ہر وہ طبعی خون جسے عورت بغیر کسی سبب مثلاً زخم وغیرہ کے دیکھے تو وہ زمانہ اور عمر کے اندازہ لگائے بغیر حیض کا خون ہو گا۔ ہاں اگر وہ خون عورت کو جاری رہے کبھی ختم نہ ہو یا مہینہ میں ایک دن یا دو دن تھوڑی مدت کے لیے رک جائے تو وہ استحاضہ کا خون ہو گا۔ عنقریب استحاضہ اور اس کے احکام کا بیان آئے گا۔ (ان شاء اللہ تعالی)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ”رحم (بچہ دانی) سے جو خون بھی نکلتا ہے اصل میں وہ حیض ہی ہے الّا یہ کہ کوئی ایسی دلیل ہو جو واضح کر دے کہ یہ استحاضہ کا خون ہے“۔ اور آپ نے مزید فرمایا ہے: ”جو بھی خون رحم سے خارج ہو وہ حیض ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ بیماری یا زخم کا خون ہے“۔ اھ اور یہ قول جس طرح دلیل کے اعتبار سے راجح ہے اسی طرح یہ فہم وادراک کے زیادہ قریب اور عمل و تطبیق کے اعتبار سے زیادہ آسان ہے ان تحدیدات سے جن کو حد مقرر کرنے والوں نے ذکر کیا ہے اور جو قول ایسا ہو تو وہ قبول کرنے کے زیادہ لائق ہے کیوں کہ وہ دینِ اسلام کی روح اور قاعدہ کے موافق ہے اور دینِ اسلام کا قاعدہ آسانی اور سہولت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”اور اللہ تعالیٰ نے تمھارے دین میں کوئی تنگی نہیں بنائی“۔ [الحج:۷۸]، اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک دین آسان ہے جس نے دین پر سختی کی وہ مغلوب ہو گیا پس سیدھے رہو اور میانہ روی اختیار کرو اور خوشخبری دو“۔ رواہ البخاری۔

اور آپ ﷺ کے اخلاقِ عالیہ میں یہ بات تھی کہ "جب آپ ﷺ کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا جاتا تو ان میں جو زیادہ آسان ہوتا اسے اختیار کرتے جب تک کہ اس میں گناہ نہ ہوتا"۔

حاملہ کا حیض:

غالبا اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب خاتون کو حمل ٹھہرتا ہے تو اسے خون آنا بند ہو جاتا ہے، امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا : ”خواتین خون کے اختتام پر حمل کو پہچان لیتی ہیں“۔ پس جب حاملہ خاتون خون دیکھے اگر وہ وضع حمل سے کچھ مدت پہلے ہو مثلاً دو دن یا تین دن اور اس خون کے ساتھ دردِ زہ بھی خاتون کو ہوتا ہو تو وہ نفاس کا خون ہو گا۔ اگر وہ خون وضع حمل سے کافی مدت پہلے ہو یا وضع حمل سے تھوڑی مدت پہلے ہو لیکن اس کے ساتھ دردِ زہ نہ ہو تو وہ نفاس کا خون نہیں ہو گا لیکن آیا کہ وہ حیض کا خون ہو گا جس کے لیے حیض کے احکام ثابت ہوں گے؟ یا وہ فاسد خون ہو گا جس پر حیض کے احکام کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔؟

اس مسئلہ میں اہلِ علم کے درمیان اختلاف ہے، درست بات یہ ہے کہ وہ حیض ہی کا خون ہے جب وہ عورت کے حیض میں معلوم عادت کے مطابق آئے، کیوں کہ اصل میں جو بھی خون عورت کو لاحق ہوتا ہے وہ حیض کا ہی ہوتا ہے جب اس کا کوئی ایسا سبب نہ ہو جو حیض ہونے سے مانع ہو اور کتاب وسنت میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو حاملہ کے حیض کو مانع ہو۔

اور یہی امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور اسی قول کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے، آپ نے ”الاختیارات“ میں فرمایا ہے کہ: ”امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ سے ایک روایت اس بارے میں نقل کی ہے بلکہ انھوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کی طرف رجوع کر لیا تھا“۔

اسی بنا پر حاملہ کے حیض کے لیے وہی احکام ثابت ہوں گے جو غیر حاملہ کے حیض کے لیے ثابت ہوتے ہیں، البتہ دو مسائل میں حکم اس سے مستثنیٰ ہو گا۔

پہلا مسئلہ: طلاق کا ہے، ایسی غیر حاملہ کو طلاق دینا حرام ہے جس کو حیض کی عدت لازم ہوتی ہے، جب کہ حاملہ کے لئے یہ حرام نہیں ہے۔ کیونکہ غیر حاملہ کو حالت حیض میں طلاق دینا یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے خلاف ہے: ''انھیں ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو''۔[الطلاق:۱]۔ مگر حاملہ کو حیض میں طلاق دینا اس کے خلاف نہیں ہے، کیوں کہ جو حاملہ کو طلاق دیتا ہے وہ عدت کے درست انداز پر طلاق دے رہا ہے، چاہے وہ حیض سے ہو یا اس سے پاک ہو اس لیے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے؛ یہی وجہ ہے کہ حاملہ کو جماع کے بعد طلاق دینا جائز ہے جب کہ غیر حاملہ کا حکم اس کے خلاف ہے۔

دوسرا مسئلہ: حاملہ کے حیض کا ہے: حاملہ کے حیض سے عدت ختم نہیں ہوتی بر خلاف غیر حاملہ کے حیض کے، کیوں کہ حاملہ کی عدت وضع حمل کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے چاہے اسے حیض آئے یا نہ آئے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق: ''اور حاملہ خواتین کی عدت وضع حمل ہے''۔ [الطلاق:۴]۔

تیسری فصل: حیض پر اچانک طاری ہونے والے امور کے متعلق۔

وہ امور جو حیض پر طاری ہوتے ہیں ان کی چند اقسام ہیں:

پہلی قسم: کمی یا زیادتی، مثلاً خاتون کی عادت (ماہواری میں) چھ دن ہوتی ہے مگر اسے سات دن تک خون جاری رہے یا عادت سات دن ہوتی ہے لیکن وہ چھٹے دن پاک ہو جائے۔

دوسری قسم: تقدم یا تأخر، مثلاً: عورت کی ماہواری مہینہ کے آخر میں ہو لیکن وہ مہینہ کے شروع میں حیض دیکھے یا اس کی عادت شروع مہینہ میں ہو لیکن وہ مہینہ کے آخر میں حیض دیکھے۔

ان دونوں قسموں کے حکم کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے صحیح بات یہ ہے کہ جب بھی خاتون خون دیکھے وہ حائضہ ہو گی اور جب بھی حیض سے پاک ہو جائے تو وہ پاک سمجھی جائے گی چاہے اسے اپنی عادت سے زیادہ حیض آئے یا کم آئے اور چاہے اسے اپنی عادت سے پہلے حیض آئے یا بعد میں آئے۔ اور اس کی دلیل کا ذکر اس سے پہلی والی فصل میں گزر چکا ہے جہاں شارع علیہ السلام نے حیض کے احکام کو حیض کے ساتھ معلق کیا ہے۔

اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اسی مذہب کو " صاحب المغنی " نے " المغنی "میں قوی قرار دیا ہے اور اس کی تائید کی ہے اور فرمایا ہے :"اگر دین میں مذکورہ وجہ پر عادت کا اعتبار ہوتا تو اسے نبی کریم ﷺ ضرور اپنی امت کے لیے بیان کرتے اور اس کے بیان میں تاخیر نہ کرتے، کیوں کہ ضرورت کے وقت کسی چیز کو بیان نہ کرنا جائز نہیں ہے جب کہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات اور دوسری خواتین ہر وقت اس کے بیان کی محتاج تھیں اور آپ ﷺ اس کے بیان سے غافل نہ تھے۔ اور مستحاضہ کے علاوہ دوسری خواتین کے بارے میں آپ ﷺ سے عادت کا ذکر اور بیان ثابت نہیں ہے۔

تیسری قسم: پیلا پن یا مٹیالہ پن، خاتون زرد رنگ کا مادہ زخموں کے پانی کی مانند یا مٹیالے رنگ کا مادہ دیکھے، اگر یہ حیض کے درمیان ہو یا اس کے ساتھ متصل" طہر " سے پہلے ہو تو وہ حیض ہو گا، اور اس کے لیے حیض کے احکام ثابت ہوں گے، لیکن اگر وہ" طہر " کے بعد ہو تو وہ حیض کا خون نہیں ہو گا، کیوں کہ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے :"ہم طہارت کے بعد زرد یا مٹیالے رنگ کو کچھ بھی شمار نہیں کرتے تھے"۔ اس حدیث کو امام ابو داود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے، امام بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے مگر صحیح بخاری میں (بعد الطھر) یعنی " طہر کے بعد "کا لفظ نہیں ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے یوں " ترجمۃ الباب "قائم کیا ہے :"ایامِ حیض کے علاوہ دوسرے دونوں میں صفرہ اور کدرہ کا بیان"۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بخاری کی شرح" فتح الباری " میں کہا ہے: امام بخاری اپنے اس طرح باب باندھنے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گزشتہ حدیث (جس میں انھوں نے فرمایا کہ خواتین سفید پانی دیکھ لیں) کے درمیان اور سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث (جو ترجمۃ الباب میں مذکور ہے) کے درمیان تطبیق کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، وہ اس طرح کہ حدیثِ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو محمول کیا جائے گا اس پر کہ جب عورت زرد یا مٹیالے رنگ کا خون ایامِ حیض میں دیکھے گی اور سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو ایامِ حیض کے علاوہ دوسرے ایام پر محمول کیا جائے گا۔ حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا جس کی طرف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے اس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے قبل صیغہ جزم کے ساتھ معلق روایت کیا ہے، خواتین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف (دِرَجَہ) یعنی " شرم گاہ میں رکھنے کی چیز "روانہ کرتی تھیں، اس میں روئی ہوتی جس میں زرد رنگ کا خون لگا ہوتا تو سیدہ عایشہ رضی اللہ عنہا فرماتی :"جلدی مت کرو جب تک تم سفید چونا نہیں دیکھ لیتیں"۔" سفید چونا " سے مراد وہ سفید پانی ہے جس کو" رحم "حیض کے ختم ہونے کے بعد باہر نکالتا ہے۔

چوتھی قسم: حیض میں رکاوٹ، خاتون کو رک کر حیض آئے وہ اس طرح کہ عورت ایک دن خون دیکھے اور ایک دن صفائی و پاکی دیکھے اس کی دو حالتیں ہیں:

پہلی حالت: یہ ہے کہ صورتِ حال ہمیشہ ایسے ہی رہتی ہے تو یہ استحاضہ کا خون ہو گا اگر عورت ایک دن خون ایک دن " طہر " دیکھے تو اس کے لیے استحاضہ کے احکام ثابت ہوں گے۔

دوسری حالت: یہ ہے کہ عورت کو برابر خون جاری نہ رہے بلکہ بعض اوقات خون آئے اور اس کے لیے " درست طہر " کا وقت معلوم ہو، تو اس " پاکی " کے بارے میں علماء کرام نے اختلاف کیا ہے آیا کہ یہ " طہارت " ہے یا اس پر حیض کے احکام جاری ہوں گے؟

امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ان کے دو اقوال میں سے صحیح قول کے مطابق یہ ہے کہ اس پر حیض کے احکام جاری ہوں گے اور یہ وقفہ حیض کا ہو گا شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور صاحب الفائق نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، یہ اس طرح کہ ایک تو عورت نے خالص سفیدی اس میں نہیں دیکھی نیز اس لیے کہ اگر اس کو " طہر " بنالیا جائے تو اس سے پہلے بھی حیض ہے اور اس کے بعد بھی حیض جب کہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے، ورنہ پانچ دن میں حیض والی عدت ختم ہو جائے گی۔ اور اس لیے کہ اگر اس کو " طہر " مان لیا جائے تو ہر دو دنوں میں غسل وغیرہ کرنے کی وجہ سے تنگی اور مشقت حاصل ہو گی اور حالاں کہ شریعتِ مطہرہ میں تنگی و مشقت کا تصور نہیں ہے۔ وللہ الحمد۔

حنابلہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ خون حیض شمار ہو گا اور پاکی وصفائی " طہر " شمار ہو گی ہاں اگر ان دونوں کا مجموعہ اکثر حیض سے تجاوز کر جائے تو وہ خون جو حیض سے تجاوز کرنے والا ہے وہ استحاضہ کا خون ہو گا۔

علامہ ابن قدامہ نے " المغنی "میں فرمایا ہے :"توجہ کرنی چاہیے کہ خون کا انقطاع جب ایک دن سے کم ہو جائے تو وہ " طہر "نہیں ہو گا اس روایت کی بنا پر جس کو ہم نے " نفاس "میں بیان کیا ہے کہ ایک دن سے کم کی طرف نہیں دیکھا جائے گا اور یہی قول صحیح ہے (ان شاء اللہ) کیوں کہ خون کبھی جاری رہتا ہے اور کبھی رک جاتا ہے، اور ایسی خاتون پر غسل واجب کرنا (جو وقفہ وقفہ سے پاک ہوتی ہے) حرج اور تنگی ہے جو اللہ کے اس فرمان کے مخالف ہے :"اور ہم نے تمھارے دین میں تنگی نہیں بنائی"۔[الحج:۷۸]۔علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے مزید فرمایا": اسی بنا پر اگر خون ایک دن سے کم پر ختم ہو جائے تو وہ " طہر "نہیں ہو گا الا یہ کہ خاتون ایسی چیز دیکھے جو انقطاع پر دلالت کرے، مثلاً عورت کی آخری عادت میں خون کا منقطع ہو جانا ہو یا پھر وہ سفید پانی دیکھ لے"۔ اھ

صاحب المغنی کا یہ قول دو قولوں کے درمیان متوسط قول ہے، واللہ أعلم بالصواب۔

پانچویں قسم:خون میں سوکھاپن، وہ اس طرح کہ خاتون صرف رطوبت دیکھتی ہے یہ رطوبت اگر " طہر " سے پہلے حیض کے دوران ہو یا حیض سے متصل ہو تو یہ حیض ہو گا اور اگر یہ رطوبت " طہر " کے بعد ہو تو یہ حیض نہیں ہو گا کیوں کہ " طہر "کی غایت یہ ہے کہ وہ زردی یا مٹیالے رنگ سے لاحق ہو اور (زردی اور مٹیالے) کا یہی حکم ہے۔

چوتھی فصل: حیض کے احکام کے بیان میں

حیض کے احکام بہت زیادہ ہیں جو کہ بیس (۲۰) سے زائد ہیں ان احکام میں سے جو ہم ضروری اور اہم خیال کرتے ہیں وہ یہاں ذکر کریں گے، چنانچہ انہی احکام سے چند یہ ہیں:

پہلا حکم: نماز: حائضہ خاتون پر فرض اور نفل نماز حرام ہے وہ نماز نہیں پڑھ سکتی اور نہ ہی اس پر واجب ہے، الا یہ کہ وہ ایک رکعت کے بقدر نماز کا وقت طہر میں پالے اول میں یا آخر میں۔

اولِ وقت کی مثال: ایک خاتون کو غروبِ شمس کے بعد ایک رکعت کی مقدار کے بعد حیض آیا تو جب حیض سے پاک ہو گی اس پر نمازِ مغرب کی قضا واجب ہے کیوں کہ حیض آنے سے پہلے اس نے نماز کے وقت میں ایک رکعت کی مقدار کو پالیا تھا۔

آخری وقت کی مثال: اگر کوئی خاتون طلوعِ شمس سے ایک رکعت کی مقدار پہلے حیض سے پاک ہو جائے تو جب وہ طہارت حاصل کرلے گی اس پر نمازِ فجر کی قضا واجب ہے کیوں کہ اس نے نمازِ کے وقت میں ایسے حصہ کو پایا ہے جس میں ایک رکعت پڑھنے کی گنجائش و وسعت پائی جاتی ہے

اور اگر حائضہ عورت نے وقت کا اتنا حصہ پایا کہ جس میں ایک مکمل رکعت پڑھنے کی گنجائش نہیں ہے مثال کے طور پر پہلی مثال میں غروبِ شمس کے ایک لحظہ کے بعد عورت کو حیض آیا یا دوسری مثال میں طلوعِ شمس سے ایک لحظہ قبل عورت طہارت حاصل کرلے تو اس پر نماز واجب نہیں ہو گی کیوں کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: ”جس نے نماز کی ایک رکعت پالی یقیناً اس نے نماز پالی“۔ متّفق علیہ، اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے ایک رکعت سے کم نماز پائی وہ نماز کو پانے والا نہیں ہے۔

اور جب کسی عورت نے نمازِ عصر کے وقت ایک رکعت کا وقت پایا تو کیا اس خاتون پر نمازِ عصر کے ساتھ ظہر کی نماز واجب ہو گی؟ یا نمازِ عشاء کے وقت ایک رکعت پالی تو کیا اس پر نمازِ عشاء کے ساتھ مغرب کی نماز واجب ہو گی؟

اس بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے صحیح بات یہ ہے کہ اس پر نماز واجب نہیں ہو گی سوائے اسی نماز کے جو اس نے پائی ہے اور وہ صرف عصر اور عشاء کی نماز ہے، نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق :"جس شخص نے غروبِ شمس سے پہلے عصر کی ایک رکعت پائی یقیناً اس نے عصر کی نماز پائی"۔ متفق علیہ۔ تو اس حدیث میں آپ ﷺ نے "فقد أدرك الظّهر والعصر" (تحقیق کہ اس نے ظہر اور عصر کی نماز پائی) کے الفاظ نہیں فرمائے تو آپ ﷺ نے اس پر ظہر کے وجوب کا ذکر نہیں کیا جب کہ اصل برأت ہے، اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا ہے، علامہ نووی رحمہ اللہ نے ان دونوں سے یہی " شرح المھذّب "میں نقل کیا ہے۔

اور رہی بات ذکر واذکار کرنے کی، اللہ اکبر، سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنے کے، کھانے وغیرہ پر بسم اللہ پڑھنے کی، نیز حدیث اور فقہ پڑھنے، دعا کرنے اور اس پر آمین کہنے اور قرآنِ مقدس سننے کی، تو ان مذکورہ امور میں سے کوئی بھی چیز اس پر حرام نہیں ہے۔ اور بخاری و مسلم وغیرہ میں یہ ثابت ہے کہ " آپ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں ٹیک لگاتے تھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حالتِ حیض میں ہوتی تھیں اور آپ ﷺ قرآنِ کریم پڑھتے تھے"۔

اور اسی طرح بخاری و مسلم میں سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سنا :"نوجوان، پردہ نشیں اور حیض والی خواتین نمازِ عیدین کے لیے جائیں اور مسلمانوں کی دعوت اور بھلائی میں حاضر ہوں اور حیض والی خواتین نماز سے الگ رہیں"۔

اور رہی بات حائضہ خاتون کے خود قرآن پڑھنے کی تو اگر وہ خاتون دیکھ کر یا دل کے ساتھ غور وفکر کر کے بغیر زبان کی حرکت کے پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً: قرآن یا تختی آگے رکھ دی جائے تو حائضہ خاتون آیات کی طرف دیکھتی رہے اور دل میں پڑھتی رہے، امام نووی رحمہ اللہ نے "شرح المھذّب "میں فرمایا ہے :"یہ بغیر کسی اختلاف کے جائز ہے"۔ اگر خاتون زبان کے ساتھ

پڑھتی ہے تو جمہور علماء کے نزدیک یہ ممنوع اور ناجائز ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ، امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ اور امام ابن منذر رحمہ اللہ نے فرمایا" یہ جائز ہے"۔ اور امام مالک رحمہ اللہ سے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے قدیم قول سے یہی منقول ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس قول کو ان دونوں سے " فتح الباری "میں نقل کیا ہے۔ امام بخاری نے امام ابراہیم نخعی سے " معلق "روایت ذکر کی ہے کہ " اگر وہ آیت پڑھتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے"۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے " فتاوی مجموعۃ ابن قاسم "میں فرمایا ہے: حائضہ کے قرآن پڑھنے سے منع کرنے کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے جو اس مسئلہ میں اصل بن سکے"۔ اور آپ ﷺ کی یہ حدیث :"حائضہ خاتون اور جنبی قرآن پاک سے کچھ بھی نہ پڑھے"۔ محدثین کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے، اور نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں خواتین کو حیض آتا تھا اگر ان پر قرآن کی قراءت حرام ہوتی (جس طرح نماز) تو اس کو نبی کریم ﷺ اپنی امت کے لیے ضرور بیان کرتے اور امہات المؤمنین اسے ضرور جانتی ہوتیں، اور اس کا تعلق (ایسے مسائل سے ہے) جس کو صحابہ کرام لوگوں میں نقل کرتے، جب کسی ایک نے بھی آپ ﷺ سے اس بارے میں ممانعت نقل نہیں کی تو قراءت کو حرام ٹھہرانا جائز نہیں ہے باوجود اس علم کے کہ آپ ﷺ نے اس سے روکا نہیں ہے، آپ ﷺ کے زمانہ میں حیض والی عورتوں کی کثرت ہونے کے باوجود جب آپ ﷺ نے حائضہ کو قرآن پڑھنے سے روکا نہیں تو معلوم ہوا حائضہ کا قرآن پڑھنا حرام نہیں ہے"۔

اہلِ علم کا اختلاف جاننے کے بعد یہ کہنا مناسب ہو گا کہ ضرورت کے بغیر حائضہ قرآنِ پاک نہ پڑھے، مثال کے طور پر حائضہ خاتون معلّمہ ہے اسے اپنی طالبات کو تلقین کرنے کی ضرورت پڑتی ہے یا امتحان کے وقت معلّمہ طالبات کا امتحان پڑھ کر لیتی ہے یا اس جیسے دوسرے امور ہیں۔

دوسرا حکم: روزہ: حائضہ عورت پر فرض اور نفل روزے حرام ہیں اور اس کی طرف سے (روزے) صحیح نہیں ہوں گے لیکن فرض روزوں کی قضا اس پر واجب ہو گی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ :''ہمیں حیض آتا تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا''۔ متفق علیہ۔

اور جب عورت کو حالتِ صوم میں حیض آگیا تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا چاہے غروب سے کچھ پہلے حیض آئے، اگر روزہ فرض تھا تو اس دن کی قضا حائضہ پر واجب ہے۔

اور رہی بات یہ کہ عورت غروبِ شمس سے پہلے حیض کے منتقل ہونے کو محسوس کرتی ہے لیکن حیض غروبِ شمس کے بعد خارج ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کا روزہ مکمل ہے اور صحیح قول کے مطابق روزہ باطل نہیں ہو گا کیوں کہ خون اندر ہے جس کا کوئی حکم نہیں ہے، اور یہ اس لیے کہ جب آپ ﷺ سے ایسی عورت کے متعلق سوال کیا گیا جو خواب میں وہ چیز دیکھتی ہے جو مرد دیکھتا ہے کیا اس پر غسل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا :''ہاں جب وہ تری دیکھے گی''۔ تو اس حدیث میں آپ ﷺ نے ''منی'' دیکھنے کے ساتھ حکم کو معلق کیا ہے ''منی'' کے منتقل ہونے کے ساتھ حکم کو معلق نہیں کیا ہے، اسی طرح حیض ہے اس کے احکام بھی اس وقت ثابت ہوں گے جب یہ باہر خارج ہوا دکھائی دے گا نہ کہ جب یہ منتقل ہو گا۔

اگر طلوعِ فجر کے وقت عورت حائضہ ہے تو اس دن کا روزہ درست نہیں ہو گا چاہے طلوعِ فجر کے تھوڑی دیر بعد پاک ہو جائے۔

اور جب وہ فجر سے تھوڑی دیر پہلے حیض سے پاک ہو اور روزہ رکھ لے تو اس کا روزہ صحیح ہو گا چاہے وہ طلوع فجر کے بعد ہی غسل کیوں نہ کرے اس کی مثال اس جنبی کی ہے جو حالتِ جنابت میں روزے کی نیت کرتا ہے اور طلوعِ فجر کے بعد غسل کرتا ہے اس کا روزہ صحیح ہو گا۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ

رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے: آپ فرماتی ہیں": آپ ﷺ حالتِ جنابت میں صبح کرتے بغیر احتلام کے پھر آپ ﷺ روزہ رکھتے تھے۔ متفق علیہ۔

تیسرا حکم: بیت اللہ کا طواف: عورت پر بیت اللہ کا طواف، خواہ فرض طواف ہو یا نفل حرام ہے اور اس کی طرف سے صحیح نہیں ہو گا، نبی کریم ﷺ کے فرمان کی وجہ سے سیدہ عائشہ کو جب ان کو حیض آگیا تھا: "جس طرح ایک عام حاجی کرتا ہے تم بھی ایسے ہی کرو، سوائے اس کے کہ پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہ کرنا"۔

اور باقی رہے دوسرے افعال مثلاً صفا اور مروہ کی سعی کرنا، مزدلفہ اور منی میں ٹھہرنا اور رات گزارنا، جمرات کو کنکریاں مارنا اور اس کے علاوہ حج اور عمرہ کے دوسرے مناسک حائضہ پر حرام نہیں ہیں، اور اسی بنا پر اگر خاتون" حالتِ طہر "میں طواف کرتی ہے پھر اسے طواف کے فوراً بعد یا سعی کے دوران حیض آجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

چوتھا حکم: طوافِ وداع کا سقوط: جب خاتون حج اور عمرہ کے مناسک مکمل کرے اور اپنے علاقے کی طرف نکلنے سے پہلے اسے حیض آجائے اور حیض اس کے مکہ سے نکلنے تک جاری رہے تو وہ عورت طوافِ وداع کئے بغیر جائے گی، جس طرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے وہ کہتے ہیں کہ: "لوگوں کو حکم دیا گیا کہ ان کا آخری عہد بیت اللہ کے ساتھ ہو مگر حائضہ کے لیے اس میں تخفیف ہے"۔[متفق علیہ]۔

وداع کے وقت حائضہ خاتون کا مسجدِ حرام کے دروازے کے پاس آکر دعا کرنا مستحب نہیں ہے کیوں کہ یہ نبی کریم ﷺ سے وارد نہیں ہے حالاں کہ عبادات کی بنیاد منقول پر رکھی گئی ہے، بلکہ جو آپ ﷺ سے وارد ہے وہ اس کے خلاف کا تقاضا کرتا ہے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے قصہ میں

ہے کہ جب وہ طوافِ افاضہ کے بعد حائضہ ہوگئی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا تھا :"اب اسے کوچ کرنا چاہیے"۔ متفق علیہ۔

تو اس حدیث میں آپ ﷺ نے ان کو مسجدِ حرام کے دروازے کی طرف حاضری کا حکم نہیں دیا اور اگر یہ مسنون ہوتا تو آپ ﷺ اس کو ضرور بیان کرتے۔ نوٹ: باقی رہا حج اور عمرہ کے طواف کا مسئلہ تو یہ حائضہ پر ساقط نہیں ہے بلکہ جب وہ حیض سے پاک ہو جائے گی تو وہ طواف کرے گی۔

پانچواں حکم: مسجد میں ٹھہرنا: حائضہ کا مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے حتی کہ عید گاہ میں بھی ٹھہرنا حرام ہے، کیوں کہ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے انھوں نے رسول ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے :"دوشیزہ، پردہ نشین اور حائضہ خواتین عید گاہ کی طرف نکلیں اور حائضہ خواتین عید گاہ سے الگ تھلگ رہیں"۔ متفق علیہ۔

چھٹا حکم: جماع: خاوند پر حرام ہے کہ وہ اپنی بیوی سے جماع کرے اور عورت پر بھی حرام ہے کہ وہ اپنے خاوند کو اس کا موقع دے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :"وہ آپ (ﷺ) سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دو کہ وہ گندگی ہے حالتِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب مت جاؤ"۔[البقرۃ:۲۲۲] آیت میں وارد لفظ" محیض "سے حیض کا زمانہ اور حیض کی جگہ (شرمگاہ) مراد ہے۔ اور اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے :"یعنی جماع کے علاوہ ہر چیز عورت سے کرسکتے ہو"۔ رواہ مسلم۔ اور اسی طرح مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حائضہ کی شرمگاہ میں وطی کرنا حرام ہے۔

جو آدمی اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اس منکر کام کی طرف پیش قدمی کرے جس کی ممانعت پر اللہ تعالیٰ کی کتاب، رسول ﷺ کی سنت اور

مسلمانوں کا اجماع دلالت کرتا ہے اگر کوئی اس فعل کا مرتکب ہو گا وہ ایسے لوگوں میں شمار ہو گا جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومنوں کے اجماع کی مخالفت کی۔ امام نووی رحمہ اللہ نے ''شرح المهذّب ''ج ۲ ص: ۳۷۴ میں لکھا ہے کہ '' امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: جس نے حیض کی حالت میں بیوی سے جماع کیا وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا''۔ ہمارے اصحاب وغیر ہم نے کہا ہے : ''جس نے حائضہ سے وطی کرنا حلال قرار دیا اس کے کافر ہونے کا حکم لگایا جائے گا''۔ اھ

جماع کے علاوہ مرد کے لیے ایسے امور مباح کیے گئے ہیں جو اس کی شہوت کو پورا کر سکیں مثال کے طور پر بوس وکنار کرنا، بغلگیر ہونا اور شرمگاہ کے علاوہ جسم ملانا وغیرہ لیکن بہتر یہ ہے کہ مباشرت کرتے وقت ناف سے لیکر گھٹنے تک اوپر کپڑا رکھ لے، کیوں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے '' : نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دیتے تو میں لنگوٹ کس لیتی پھر آپ ﷺ میرے ساتھ اپنا جسم ملاتے اور میں حالتِ حیض میں ہوتی تھی''۔ متفق علیہ۔

ساتواں حکم: طلاق: حائضہ عورت کو حالتِ حیض میں طلاق دینا خاوند پر حرام ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :''اے نبی! (اپنی امت سے کہو کہ) جب تم اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہو تو اس طرح طلاق دو کہ عدت شروع کر سکیں''۔ [الطلاق:۱] یعنی ایسی حالت میں طلاق دو کہ وہ طلاق کے وقت معلوم عدت کا آغاز کر رہی ہو اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب خاوند اپنی بیوی کو حمل کی حالت میں طلاق دے یا بغیر جماع کیے '' طہر ''کی حالت میں طلاق دے، کیوں کہ جب اسے حالتِ حیض میں طلاق دی جائے گی تو وہ عدت کا آغاز نہیں کرے گی، بایں طور کہ وہ حیض جس میں اسے طلاق دی گئی وہ عدت شمار نہیں کی جائے گی، اور جب جماع کے بعد حالتِ طہر میں طلاق دی جائے گی تو اس وقت وہ عدت جس کا وہ آغاز کر رہی ہے معلوم نہیں ہو گی کیوں کہ یہ معلوم نہیں ہے کہ آیا وہ اس جماع سے حاملہ ہوئی ہے تو وہ وضع حمل کی عدت گزارے، یا حاملہ نہیں ہوئی تو حیض کی عدت گزارے، جب

عدت کی نوعیت کے بارے میں یقین حاصل نہیں ہو رہا ہو تو معاملہ واضح ہو جانے تک خاوند پر طلاق دینا حرام ہے۔

حالتِ حیض میں حائضہ کو طلاق دینا سابقہ آیت اور اس حدیث کی وجہ سے حرام ہے جو ''بخاری و مسلم وغیرہما ''میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے اپنی بیوی کو طلاق دی اور وہ حالتِ حیض میں تھی عمر فاروق رضی اللہ عنہانے اس کے متعلق نبی کریم ﷺ کو آگاہ کیاتو اس پر رسول ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا :''اسے حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرے پھر اسے اس حالت میں روکے رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر حائضہ ہو جائے پھر پاک ہو جائے پھر اگر چاہے تو اس کے بعد اپنے پاس رکھے یا جماع سے پہلے طلاق دے یہ وہ عدت ہے جس کو ملحوظ رکھ کر اللہ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے''۔ اگر آدمی نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی تو وہ گناہ گار ہو گا اور اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور عورت کو اپنی عصمت (حرم) کی طرف واپس لوٹائے، تاکہ وہ اس کو ایسی طلاق دے جو شرعی ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے بھی موافق ہو، عصمت کی طرف لوٹانے کے بعد اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ اس حیض سے پاک ہو جائے جس میں اس کو طلاق دی گئی تھی پھر دوسری مرتبہ حائضہ ہو پھر جب وہ پاک ہو گی تو اگر خاوند اپنے پاس رکھنا چاہے رکھ لے اور اگر چاہے تو جماع سے پہلے طلاق دے دے۔ تین مسائل حالتِ حیض میں طلاق کی تحریم سے مستثنیٰ ہیں۔

پہلا مسئلہ : خلوت نشینی یا جماع سے قبل طلاق : جب طلاق عورت سے خلوت نشینی اختیار کرنے یا جماع سے پہلے ہو تو اس وقت حالتِ حیض میں طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ اس وقت اس خاتون پر کوئی عدت نہیں ہے، پس اس کا طلاق دینا مخالف نہ ہو گا اللہ تعالیٰ کے اس

فرمان کی وجہ سے: ((فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ))[الطلاق:۱]"تو اس طرح طلاق دو کہ عدت شروع کر سکیں"۔

دوسرا مسئلہ: حالتِ حمل میں حیض: جب حالتِ حمل میں خاتون کو حیض ہو تو اس وقت بھی طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اس کا سبب بیان پیچھے گزر چکا ہے۔(کہ عدت وضع حمل ہے)۔

تیسرا مسئلہ: طلاق عوض کے بدلے ہو: جب طلاق کسی عوض کے بدلے ہو تو اس وقت بھی حالتِ حیض میں طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مثلاً میاں بیوی کے درمیان کوئی ناچاکی، چپقلش اور برا میل جول ہو تو اس وقت خاوند عوض لے کر اسے طلاق دے دے تو یہ بھی جائز ہے اگرچہ عورت حالتِ حیض میں ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے: کہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی کریم ﷺ کے پاس آتی ہے اور کہتی ہے:"اے اللہ کے رسول ﷺ میں اس کے دین اور اخلاق پر کوئی حرف نہیں رکھتی مگر مجھے اسلام میں کفر کا خوف ہے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا:"جو باغ دیا تھا واپس کر سکتی ہو؟"۔انھوں نے عرض کیا': جی ہاں"۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:"باغ قبول کر لو اور اسے ایک طلاق دے دو"۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ تو اس حدیث میں آپ ﷺ نے یہ نہیں پوچھا کہ وہ حائضہ تھی یا پاک تھی؟ اور دوسرا اس لیے بھی کہ یہ طلاق عورت کی طرف سے فدیہ دینے کی وجہ سے ہے تو ضرورت کے وقت جس حالت میں بھی ہو یہ جائز ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے" المغنی "ص:۵۲ ج۷ ط م میں حالتِ حیض میں خلع کے جواز کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: کیوں کہ حیض میں طلاق سے روکنا اس" ضرر "(تکلیف) کی بنا پر ہے جو خاتون کو لمبی عدت کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے اور" خلع "اس" ضرر "کو دور کرنے کے لیے ہے جو خاتون کو اس کے نزدیک ناپسندیدہ اور مبغوض شخص کے ساتھ بے سکون قیام و معاشرت کی وجہ سے

لاحق ہوتا ہے، اور یہ لمبی عدت سے بھی زیادہ مضر ہے تو ان میں سے جو اعلیٰ ہے اس کو ادنی کے ساتھ دور کرنا جائز ہے اور اسی لیے نبی کریم ﷺ نے " خلع "کرنے والی کی حالت دریافت نہیں کی"۔ (ابن قدامہ کی بات ختم ہوئی)۔

اور باقی رہی بات حالتِ حیض میں عورت کے ساتھ عقد نکاح کی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیوں کہ اصل حلت ہے، اور آپ ﷺ سے عقدِ نکاح کے منع کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہے، لیکن حالتِ حیض میں خاوند کو عورت پر داخل کرنے کے بارے میں دیکھا جائے گا اگر اس سے وطی کرنے سے بچا رہے تو کوئی حرج نہیں ورنہ وہ اس کے پاس اس وقت تک نہ جائے جب تک وہ حیض سے پاک نہ ہو جائے کیونکہ اس کے ناجائز کام میں واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔

آٹھواں حکم: طلاق کی عدت کا اعتبار: جب آدمی اپنی بیوی کو جماع اور خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق دیتا ہے تو اس خاتون پر واجب ہے کہ وہ تین حیض مکمل عدت گزارے اگر وہ خاتون حائضہ ہے حاملہ نہیں ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :"اور طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں"۔[البقرۃ:۲۲۸] آیتِ مبارکہ میں (ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ) سے مراد تین حیض ہے۔ اگر وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے چاہے عدت لمبی ہو جائے یا کم ہو جائے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :"اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل ہے"۔[الطلاق:۴] اور اگر عورت حیض والی خواتین سے نہیں ہے جیسے چھوٹی بچی جسے ابھی تک حیض نہیں آیا اور وہ خاتون جسے بڑھاپے یا ایسے آپریشن کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو جس سے اس کی بچہ دانی ختم ہو چکی ہو یا اس کے علاوہ جسے حیض کے آنے کی امید ہی نہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے" : تمھاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں اگر تمھیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنھیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو۔ "[الطلاق:۴] اور اگر خاتون حیض والی خواتین سے

ہے لیکن اس کا حیض کسی معلوم سبب کی وجہ سے مرتفع ہو گیا ہو جیسے " مرض "اور رضاعت تو یہ عورت عدت میں باقی رہے گی اگرچہ مدت لمبی ہی کیوں نہ ہو جائے یہاں تک کہ حیض لوٹ آئے تو وہ حیض کی عدت گزارے گی، اگر سبب ختم ہو جائے اور حیض نہیں آیا، وہ اس طرح کہ خاتون بیماری سے تندرست ہو جائے یا رضاعت کی انتہا کو پہنچ جائے اور ابھی حیض مرتفع ہے تو وہ خاتون سبب کے ختم ہو جانے کی وجہ سے ایک سال مکمل عدت گزارے گی، اور یہی صحیح قول ہے جو قواعدِ شرعیہ کے مطابق ہے۔ کیوں کہ جب سبب زائل ہو جائے اور حیض واپس نہ آئے تو وہ عورت ایسے ہو جائے گی کہ جس کا حیض بغیر کسی معلوم سبب کے مرتفع ہو جائے گا تو وہ ایک سال مکمل عدت گزارے گی نو ماہ احتیاطی طور پر حمل کے لیے کیوں کہ اکثر حمل نو ماہ ہوتا ہے اور تین ماہ عدت کے لیے۔

اور رہی بات یہ کہ جب طلاق عقدِ نکاح کے بعد اور مجامعت سے پہلے ہو تو اس میں مطلق طور پر کوئی عدت نہیں ہے، ایامِ حیض کی اور نہ کوئی دوسری۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" : اے مومنو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں جسے تم شمار کرو"۔] "[الاحزاب:۴۹]۔

نواں حکم: استبراءِ رحم، یعنی رحم کو حمل سے خالی کرنا اور اس کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب کبھی " استبراءِ رحم "کے حکم کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کے چند مسائل ہیں:

ان میں سے ایک یہ ہے: جب کوئی شخص اپنے پیچھے عورت چھوڑ کر مرے تو اس کا وارث عورت کا حمل ہو گا، اور عورت خاوند والی ہے تو اس کا خاوند اس وقت تک اس سے وطی نہیں کرے گا جب تک کہ اسے حیض نہیں آتا یا اس کا حمل ظاہر نہیں ہوتا ہے اور اگر حمل واضح ہو جاتا ہے تو ہم اس کے وارث ہونے کا فیصلہ کریں گے ہم نے وارث کی موت کے وقت حمل کے پائے جانے کی وجہ سے

یہ فیصلہ کیا ہے اور اگر وہ خاتون حائضہ ہو جائے تو ہم اس کے وارث نہ ہونے کا فیصلہ کریں گے یہ فیصلہ ہم نے حیض آنے سے " رحم " کے خالی ہونے کی وجہ سے کیا ہے۔

دسواں حکم: وجوب غسل: حائضہ عورت پر واجب ہے کہ جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو وہ تمام بدن کی طہارت کے لیے غسل کرے، جس طرح آپ ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا۔" جب حیض آجائے تو نماز چھوڑ دو اور جب ختم ہو جائے تو غسل کرو اور نماز ادا کرو"۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

غسل میں کم از کم جو چیز واجب ہے وہ یہ ہے کہ عورت اپنا تمام بدن یہاں تک کہ بالوں کہ تہہ بھی دھوئے اور غسل کی سب سے بہترین صورت وہ ہے جو آپ ﷺ سے حدیث میں ثابت ہے۔ جب آپ ﷺ سے اسماء بنت شکل رضی اللہ عنہا نے غسلِ حیض کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا :"تم میں سے کوئی ایک پانی اور بیری کی پتیاں لے اور طہارت حاصل کرے اور اچھی طرح طہارت حاصل کرے پھر سر پر پانی ڈالے اور اچھی طرح سر ملے یہاں تک کہ اپنے سر کی جڑوں تک پانی پہنچائے پھر سر پر پانی ڈالے پھر کستوری کی خوشبوں میں بھگوئی ہوئی روئی لے اس سے طہارت حاصل کرے"۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس روئی سے کیسے طہارت حاصل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا :"سبحان اللہ "تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں کہا" !خون کے اثرات (کی جگہ) اس روئی کو استعمال کرلو"۔[رواہ مسلم]۔

اور سر کے بال کھولنا واجب نہیں ہے اِلا یہ کہ جب بال مضبوطی سے باندھے ہوئے ہوں اور یہ خدشہ ہو کہ پانی بالوں کی جڑوں تک نہیں پہنچے گا۔ صحیح مسلم میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے انھوں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا، انھوں نے کہا:"میں اپنے سر کے بال مضبوطی سے باندھتی ہوں، کیا میں غسلِ جنابت کی وجہ سے کھول دوں؟ اور ایک روایت میں ہے حیض اور

جنابت کی وجہ سے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا : ''نہیں تم کو اتنا ہی کافی ہے کہ اپنے سر میں تین چلو پانی ڈالو پھر اپنے اوپر پانی بہاؤ اور طہارت حاصل کرو''۔

اور جب حائضہ عورت نماز کے وقت کے دوران حیض سے پاک ہو جائے تو اس پر جلدی غسل کرنا واجب ہے تاکہ وہ بروقت نماز کی ادائیگی کر سکے، اگر وہ عورت سفر میں تھی اور اس کے پاس پانی ہے یا اس کے پاس پانی تو ہے لیکن پانی کے استعمال سے ڈرتی ہے یا وہ بیمار ہے پانی اسے تکلیف دیتا ہے تو وہ غسل کے بدلے تیمّم کرے گی یہاں تک مانع ختم ہو جائے تو وہ غسل کرے گی۔

بعض خواتین نماز کے وقت کے دوران حیض سے پاک ہو جاتی ہیں اور وہ دوسرے وقت تک غسل مؤخر کر دیتی ہیں اور کہتی ہیں اس وقت اس کے لیے مکمل طہارت کرنا ناممکن ہے، لیکن یہ کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی کوئی عذر ہے، کیوں کہ اس کے لیے ممکن ہے کہ غسل میں کم سے کم واجب پر اکتفا کرے اور بروقت نماز ادا کرے اور جب اسے کافی وقت حاصل ہو گا تو وہ کامل طہارت حاصل کرے گی۔

پانچویں فصل: استحاضہ اور اس کے احکام

استحاضہ: اس خون کو کہتے ہیں جو عورت کو برابر جاری رہتا ہے اور ختم ہی نہیں ہوتا ہے یا کبھی کبھی خون رک جاتا ہے مہینے میں ایک یا دو دن۔

پہلی حالت کی دلیل (جس حالت میں عورت کو خون کبھی بھی بند نہیں ہوتا) جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح بخاری میں ثابت ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے رسول ﷺ سے کہا: "اے اللہ کے رسول ﷺ میں پاک نہیں ہوتی"۔ اور ایک روایت میں ہے: "مجھے استحاضہ کا خون آتا ہے میں پاک نہیں ہوتی"۔

دوسری حالت کی دلیل (جس میں تھوڑی مدت کے لیے خون بند ہو جاتا ہے) حمنۃ بنت جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ جب وہ آپ ﷺ کے پاس آئیں اور آکر کہا: "اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے استحاضہ کا خون کثرت سے آتا ہے"۔[الحدیث۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل، امام ابو داود اور امام ترمذی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے اور انھوں نے امام احمد رحمہ اللہ سے اس کی تصحیح اور امام بخاری سے اس کی تحسین منقول ہے]۔

مستحاضہ کے احوال:

مستحاضہ (جس کو استحاضہ آتا ہے) کی تین حالتیں ہیں:

پہلی حالت: استحاضہ سے پہلے عورت کی ماہواری معلوم ہو، اس میں عورت اپنے گزشتہ معلوم حیض کی مدت کی طرف لوٹے گی اور اس کے لیے حیض کے احکام ثابت ہوں گے اور باقی اس کے علاوہ استحاضہ کا خون ہوگا اور اس کے لیے استحاضہ کے احکام ثابت ہوں گے۔

مثال: ایک عورت جسے ہر مہینے کے شروع میں چھ دن حیض آتا ہے پھر اس پر استحاضہ کا خون طاری ہوا اور وہ خون اسے استمرار کے ساتھ جاری رہتا ہے تو ہر مہینہ کے شروع کے چھ دن اس کے

حیض کے ہوں گے اور باقی (ایام) استحاضہ کے ہوں گے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہانے کہا: اے اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ مجھے استحاضہ کا خون آتا ہے میں پاک نہیں رہتی، تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا: ”نہیں، یہ ایک رگ کا خون ہے، لیکن جن ایام میں تم کو حیض کا خون آتا ہے ان ایام کے بقدر نماز چھوڑ دو پھر غسل کر کے نماز ادا کرو، “اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے فرمایا : ”اتنے دن تم ٹھہری رہو جتنے دن تم کو تمھارا حیض روکے رکھتا تھا پھر غسل کرو اور نماز ادا کرو“۔ اس حدیث کی بنا پر ایسی مستحاضہ عورت جس کا حیض معلوم ہے وہ اپنے حیض کے دنوں کے بقدر رکے رہے گی، پھر غسل کرے گی اور نماز ادا کرے گی اور اس وقت وہ (استحاضہ کے) خون کی پرواہ نہیں کرے گی۔

دوسری حالت: یہ ہے کہ استحاضہ سے پہلے عورت کا حیض معلوم نہ ہو، وہ اس طرح کہ عورت اپنے معاملہ کی ابتدا اسے جب سے اس نے خون دیکھا ہے اسی وقت سے اسے خون جاری ہے تو ایسی خاتون تمییز کے ساتھ عمل کرے گی چنانچہ جو خون سیاہ رنگ کا یا گاڑھا یا بدبو دار جیسی امتیازی اوصاف کا حامل ہو گا وہ حیض کا ہو گا اور اس کے لیے حیض کے احکام ثابت ہوں گے اور جو خون اس کے علاوہ ہو گا وہ استحاضہ کا ہو گا اور اس کے لیے استحاضہ کے احکام ثابت ہوں گے۔

مثال: اس کی مثال اس طرح ہے کہ عورت نے پہلی مرتبہ جو خون دیکھا ہے وہ اسے جاری رہتا ہے لیکن عورت دس دن سیاہ رنگ کا خون دیکھتی ہے اور باقی مہینہ سرخ رنگ کا خون دیکھتی ہے یا دس دن گاڑھا خون دیکھتی ہے اور باقی مہینہ پتلا خون دیکھتی ہے یا دس دن خون کے ساتھ حیض کی بدبو پاتی ہے اور باقی مہینہ بدبو نہیں پاتی تو پہلی مثال میں اس کا حیض سیاہ رنگ کا خون ہے اور دوسری مثال میں گاڑھا خون حیض کا ہے اور تیسری مثال میں بدبودار خون اس کا حیض ہے اور جو اس کے علاوہ ہے

وہ استحاضہ کا خون ہو گا۔ جس طرح نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فاطمہ بنت اَبی حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: ''اگر حیض کا خون ہو گا تو وہ سیاہ معروف ہو گا لہٰذا تم اس خون میں نماز سے رک جاؤ اور اگر اس کے برعکس دوسری طرح کا (خون) ہو تو وضو کر کے نماز پڑھو کیوں کہ وہ رگ ہے''۔ (اس حدیث کو امام ابو داود اور امام نسائی نے روایت کیا ہے اور امام ابن حبان و امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے)۔ اور یہ حدیث اگرچہ اس کی سند اور متن محلِ نظر ہے لیکن اس پر اہلِ علم نے عمل کیا ہے اور یہ حدیث اکثر عورتوں کی عادت کی طرف لوٹانے سے بہتر ہے۔

تیسری حالت: تیسری حالت یہ ہے کہ عورت کا حیض معلوم نہ ہو اور نہ ہی صحیح تمیز ہو سکے وہ اس طرح کہ استحاضہ کا خون جاری ہے جب سے اس نے خون دیکھا ہے اور خون ایک صفت یا مختلف صفات کا حامل ہو اور یہ ممکن ہی نہ ہو کہ حیض ہو گا، تو یہ خاتون اکثر عورتوں کی عادت کے مطابق عمل کرے گی پس ہر مہینے کے چھ یا سات دن اس کا حیض ہو گا اور اس (حیض) کی ابتدا اس مدت کے اوائل سے ہو گی جس مدت میں اس نے خون دیکھا ہے، اور اس کے علاوہ (باقی ایام) استحاضہ کے ہوں گے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ عورت مہینہ کے پانچویں دن کے شروع میں خون دیکھتی ہے اور اسے خون جاری رہتا ہے بغیر کسی ایسی تمیز کے جو (تمیز) حیض کے لیے صحیح ہو، نہ ہی رنگ کے ساتھ اور نہ ہی رنگ کے علاوہ کسی دوسری چیز کے ساتھ (حیض کی تمیز ہو سکے) تو اس کا حیض ہر مہینے کے چھ یا سات دن ہوں گے وہ ہر مہینے کے پانچویں دن سے شمار کرے گی، جیسے کہ حمنہ بن جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے وہ فرماتی ہیں: اے اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مجھے بہت شدت و کثرت سے استحاضہ کا خون بہتا ہے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس بارے میں مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ یقیناً استحاضہ نے مجھے نماز اور روزوں سے روک دیا ہے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ''میں تم کو'' کرسف ''رکھنے کا طریقہ بتاتا ہوں تم اسے اپنی شرمگاہ پر رکھ لیا کرو اس سے خون چلا جائے گا''۔ تو انھوں نے کہا: یہ تو اس سے بھی زیادہ ہے، اور اسی

روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا : ’’یہ شیطان کے دھکوں میں سے ایک دھکا ہوتا ہے لہٰذا چھ دن یا سات دن حیض کے گزارو (جو اللہ کے علم میں ہے) پھر غسل کرو یہاں تک کہ جب یہ دیکھو کہ تم پاک ہوگئی ہو اور حیض سے صاف ستھری ہوگئی ہو تو (چوبیس) ۲۴ یا (تیئیس) ۲۳ دن رات نماز پڑھو اور روزہ رکھو‘‘۔ [اس حدیث کو امام احمد، ابوداود اور ترمذی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے اور انھوں نے امام احمد رحمہ اللہ سے اس کی تصحیح اور امام بخاری رحمہ اللہ سے اس کی تحسین نقل کی ہے]۔

آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے: ’’ستّة أيّامٍ أو سبعةً، چھ دن یا سات دن‘‘ یہ تخییر کے لیے نہیں بلکہ یہ اجتہاد کے لیے ہے لہٰذا وہ خاتون دیگر خواتین کو دیکھے گی جو اس کی حالت کے زیادہ قریب ہوں وہ اس طرح کہ جو اس کی خلقت کے مشابہ ہو اور عمر اور رشتہ کے اعتبار سے اس خاتون کے قریب ہو اور یہ بھی دیکھے گی کہ اس کا خون حیض کے زیادہ قریب ہے اور اسی طرح کے دوسرے ’’اعتبارات ‘‘کو بھی مد نظر رکھے گی لہٰذا اگر چھ دن زیادہ مناسب ہوں گے تو وہ حیض کی مدت چھ دن اختیار کرے گی اور اگر سات دن زیادہ مناسب ہوں گے تو سات دن اختیار کرے گی۔

مستحاضہ کے مشابہ خاتون کی حالت:

کبھی کبھی عورت کو ایسا سبب لاحق ہوتا ہے جو اس کی شرمگاہ سے خون بہنے کا موجب بنتا ہے جیسے بچہ دانی یا کسی اور چیز کا آپریشن تو اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: یہ بات واضح ہو کہ آپریشن کے بعد عورت کو حیض آنا ناممکن ہے مثال کے طور پر آپریشن سے بچہ دانی بالکل جڑ سے کاٹ دی جائے یا اس طرح بند کر دی جائے کہ اس سے خون نہ اتر سکے تو ایسی خاتون کے لیے استحاضہ کے احکام ثابت نہیں ہوں گے اس کا حکم ایسی خاتون کا سا ہے جو ’’طہر ‘‘کے بعد زرد رنگ یا مٹیالے رنگ یا رطوبت دیکھتی ہے تو ایسی خاتون نماز اور روزہ نہیں چھوڑے

گی اور اس سے جماع کرنا بھی ممنوع نہیں ہے اور اس خون کو دھوناواجب نہیں ہے لیکن نماز کے وقت عورت پر لازم ہے کہ وہ خون دھوئے اور شرمگاہ پر پٹی وغیرہ باندھے تاکہ پٹی خون روک دے پھر وہ نماز کے لیے وضو کرے گی اور نماز کاجب وقت ہو گا اسی وقت وہ وضو کرے گی جیسے پانچ فرض نمازیں ہیں ورنہ جب بھی وہ نماز پڑھنے کاارادہ کرے گی اسی وقت وضو کرے گی جیسے مطلق نوافل پڑھنا۔

دوسری قسم: یہ ہے کہ آپریشن کے بعد عورت کے حیض کارکنا معلوم نہ ہو بلکہ ممکن ہو کہ اسے حیض آجائے تو اس خاتون کا حکم وہی ہو گا جو مستحاضہ کا حکم ہے اور آپ ﷺ کا مذکورہ قول (جو آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ بنت اَبی حبیش رضی اللہ عنہا سے کہا تھا) اس پر دلالت کرتا ہے، آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ بنت اَبی حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا" : یہ ایک رگ ہے حیض نہیں ہے، جب تمھارا حیض آجائے تو نماز چھوڑ دو۔ "تو آپ ﷺ کا فرمان: «جب حیض آجائے» اس بات کا فائدہ دیتاہے کہ مستحاضہ کا حکم اس عورت کے لئے ہے کہ جس کے لیے حیض کا آنااور جاناممکن ہو اور جس عورت کے لیے حیض ممکن نہ ہو تو اس کاخون ہر حالت میں رگ کاخون ہو گا۔

استحاضہ کے احکام:

جو بحث پہلے گزر چکی ہے اس سے ہم نے پہچان لیاہے کہ کب خون حیض ہوتا ہے اور کب استحاضہ ہوتاہے اور جب حیض کاخون ہو گا تو اس کے لیے حیض کے احکام ثابت ہوں گے اور جب استحاضہ کاخون ہو گا تو اس کے لیے استحاضہ کے احکام ثابت ہوں گے۔

حیض کے اہم احکام کاتذکرہ پیچھے ہو چکاہے۔

باقی رہے استحاضہ کے احکام تو استحاضہ کے احکام" طہر "کے احکام کی مانند ہیں، مستحاضہ عورت اور طاہرہ عورت کے درمیان ماسوائے مندرجہ ذیل احکام کے کوئی فرق نہیں ہے:

پہلا حکم: مستحاضہ کے لیے ہر نماز کے وقت وضو کرنا واجب ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: "پھر ہر نماز کے لیے وضو کرو" اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے " باب غسل الدم "میں روایت کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت ایسی نماز جس کا وقت مقرر ہے جب اس کا وقت ہو گا تو اس وقت ہی وضو کرے گی۔ اور جس نماز کا وقت مقرر نہیں ہے تو جب وہ نماز پڑھنے کا ارادہ کرے وضو کرلے۔

دوسرا حکم: (خون کے نشان دھونا) عورت جب وضو کا ارادہ کرے گی تو وہ خون کے اثرات دھوئے گی اور شرمگاہ پر روئی کی پٹی باندھے گی تاکہ خون رک جائے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: "میں تم کو روئی کا طریقہ بتاتا ہوں اس سے خون جاتا رہے گا "انھوں نے کہا: وہ تو اس سے بھی زیادہ ہے، تو اپ ﷺ نے فرمایا: "کپڑا رکھ لو "تو انھوں نے عرض کیا: کہ یہ اس سے کہیں زیادہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا " : لنگوٹ کس لو"۔ الحدیث۔ لنگوٹ باندھنے کے بعد اس کی شرمگاہ سے جو بھی خون جاری ہو گا وہ مضر نہیں ہو گا جس طرح آپ ﷺ نے فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: "اپنے حیض کے ایام میں نماز سے اجتناب کرو پھر غسل کرو اور ہر نماز کے لیے وضو کرو پھر نماز پڑھو اگرچہ خون کے قطرے چٹائی پر ہی کیوں نہ گریں"۔ [رواہ أحمد وابن ماجہ]۔

تیسرا حکم: جماع، جب آدمی کو ترکِ جماع سے زنا کا ڈر نہ ہو تو اس جماع کے جواز کے بارے میں علماء کرام نے اختلاف کیا ہے، صحیح بات یہ ہے کہ جماع کرنا مطلق طور پر جائز ہے کیوں کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں بہت ساری خواتین تقریباً دس یا اس سے زیادہ استحاضہ کے مرض میں مبتلا ہوئیں مگر اللہ اور ان کے رسول ﷺ نے ان کے ساتھ جماع کرنے سے منع نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "حالتِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو" [البقرۃ:۲۲۲] اس بات پر دلیل ہے کہ ایام

حیض کے سوا خواتین سے الگ ہونا واجب نہیں ہے۔ اور دوسری بات جب استحاضہ کی حالت میں نماز ادا کرنا جائز ہے تو جماع اس سے بھی زیادہ آسان ہے اور مستحاضہ کے جماع کا قیاس حائضہ کے جماع پر کرنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ (مستحاضہ اور حائضہ) برابر نہیں ہیں حتٰی کہ جو حرمت کے قائل ہیں ان کے ہاں بھی یہ برابر نہیں ہیں اور یہ قیاس مع الفارق ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔

چھٹی فصل: نفاس اور اس کا حکم

نفاس: اس خون کو کہتے ہیں جو رحمِ مادر سے ولادت کے سبب یا تو ولادت کے وقت یا ولادت کے بعد دو دن یا تین دن پہلے دردِ زہ کے ساتھ خارج ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ”کہ عورت جب دردِ زہ میں مبتلا ہو کر خون دیکھتی ہے تو وہ نفاس ہے“۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے دو دن یا تین دن کی قید نہیں لگائی اور ” دردِ زہ “ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مراد ولادت کے بعد والا درد ہوتا ہے ورنہ وہ نفاس نہیں ہے۔ علماء کرام نے نفاس کے کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کی حد میں اختلاف کیا ہے۔ شیخ تقی الدین رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ” الأسماء الّتي علّق الشارع الأحكام بها “(ص:۳۷) میں فرمایا ہے: ”نفاس کے اقل اور اکثر اَیام کی حد مقرر نہیں ہے اگر اندازہ کیا گیا ہو کہ عورت نے چالیس یا ساٹھ یا ستر سے زائد دن خون دیکھا اور ختم ہو گیا تو وہ نفاس ہے لیکن اگر وہ خون اس خاتون کو جاری رہا تو وہ فاسد خون ہو گا تو اس وقت نفاس کی حد چالیس دن ہے کیوں کہ چالیس غالب طور پر آخری حد ہے جس کے بارے میں آثار بھی وارد ہوئے ہیں“۔ اھ

میں کہتا ہوں: اس بنا پر جب عورت کا خون چالیس دن سے زیادہ ہو جائے حالاں کہ چالیس دن کے بعد خون کا انقطاع اس عورت کی عادت ہے، یا اس خون میں انقطاع کے قرب کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں تو وہ خون کے ختم ہونے کا انتظار کرے ورنہ چالیس دن مکمل ہونے پر غسل کرے کیوں کہ اکثر یہی ہوتا ہے۔ ہاں اگر اس کے حیض کا زمانہ آجائے تو وہ خاتون حیض کا زمانہ ختم ہونے تک انتظار کرے گی جب اس کا خون منقطع ہو جائے اور وہ ایسے ہو جیسا کہ اس کی عادت ہے تو وہ مستقبل میں اس کے مطابق عمل کرے گی۔ اور اگر خون جاری رہے تو وہ مستحاضہ کے حکم میں ہو گی اور استحاضہ کے سابقہ احکام اس پر نافذ ہوں گے۔ اور اگر چالیس دن سے پہلے خون ختم ہو گا تو وہ غسل کرے گی اور

نماز پڑھے گی، خاوند بھی اس سے جماع کر سکتا ہے الا یہ کہ انقطاع (خون) ایک دن سے کم ہو تو اس کا کوئی حکم نہیں ہے، علامہ ابن قدامہ نے اسے " المغنی "میں ذکر کیا ہے۔

نفاس وضع حمل کے بعد ثابت ہو گا جس میں انسان کی تخلیق بھی واضح ہو اگر عورت ناقص الخلقت بچہ وضع کرتی ہے جس میں انسان کی تخلیق واضح نہیں ہوتی تو اس کا خون نفاس کا خون نہیں ہو گا بلکہ وہ رگ کا خون ہو گا، اس خاتون کا حکم مستحاضہ کا حکم ہو گا، سب سے کم مدت جس میں انسان کی تخلیق نمایاں ہوتی ہے وہ ابتدائے حمل سے اسی (۸۰) دن ہے اور اکثر مدت نوے (۹۰) دن ہے۔

شیخ مجد ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے : "اگر خاتون وضع حمل سے پہلے دردِ زہ کے ساتھ خون دیکھتی ہے تو وہ اس کی پرواہ نہیں کرے گی اور وضع حمل کے بعد نماز اور روزے سے رک جائے گی پھر اگر وضع حمل کے بعد معاملہ ظاہری حالت کے خلاف نکلا تو وہ خاتون رجوع کرے گی اور تدارک کرے گی اور اگر معاملہ ظاہری حالت کے خلاف منکشف نہیں ہوتا تو ظاہر کا حکم جاری رہے گا اور کوئی اعادہ نہیں ہو گا۔ یہ کلام مجد ابن تیمیہ سے شرح الإقناع میں منقول ہے۔

نفاس کے احکام:

نفاس کے بھی وہی احکام ہیں جو حیض کے ہیں سوائے چند احکام کے جو کہ درجِ ذیل ہیں:

پہلا حکم: عدت: عدت کا اعتبار طلاق کے ساتھ کیا جائے گا نہ کہ نفاس کے ساتھ کیوں کہ اگر طلاق وضع حمل سے پہلے ہو تو عدت وضع حمل کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گی نفاس کے ساتھ ختم نہیں ہو گی اگر طلاق وضع حمل کے بعد ہو تو وہ عورت حیض کے آنے کا انتظار کرے گی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

دوسرا حکم: ایلاء کی مدت میں حیض کے ایام شمار ہوتے ہیں، نفاس کے ایام شمار نہیں ہوتے۔

ایلاء: یہ ہے کہ آدمی اپنی عورت سے ہمیشہ کے لیے ترک جماع کی قسم اٹھاتا ہے یا ایسی مدت کے لیے جو چار مہینوں سے زیادہ ہوتی ہے، جب وہ اس بات کی قسم اٹھائے اور پھر عورت اس سے جماع کا مطالبہ کرے تو اس کے قسم کی مدت چار مہینے مقرر کی جائے گی اور جب چار ماہ مکمل ہو جائیں گے تو خاوند عورت کے مطالبہ پر جماع یا طلاق پر مجبور کیا جائے گا اور اس مدت میں اگر عورت کو نفاس کا خون آجائے تو یہ مدت شمار نہیں کی جائے گی اور چار مہینوں پر نفاس کی مدت کے بقدر اضافہ کیا جائے گا، بر خلاف حیض کے کیوں کہ اس کی مدت شوہر پر شمار کی جائے گی۔

تیسرا حکم: بلوغت: بلوغت حیض آنے سے حاصل ہوتی ہے نفاس سے حاصل نہیں ہوتی کیوں کہ عورت کا بغیر انزال حاملہ ہونا ناممکن ہے، حمل کے لیے بلوغت کا حصول سابقہ انزال سے ہوتا ہے۔

چوتھا حکم: حیض اور نفاس میں فرق: جب حیض کا خون ختم ہو جائے پھر عادت کی طرح دوبارہ آجائے تو وہ یقینی طور پر حیض ہے مثال کے طور پر عورت کے حیض کی عادت آٹھ دن ہے، وہ چار دن حیض دیکھتی ہے پھر دو دن حیض بند ہو جاتا ہے پھر ساتویں اور آٹھویں دن دوبارہ حیض آجاتا ہے، تو یہ دوبارہ آنے والا حیض یقینی طور پر حیض ہی ہو گا اس کے لیے حیض کے احکام ثابت ہوں گے۔ اور رہی بات نفاس کے خون کی تو جب نفاس کا خون چالیس دن سے پہلے بند ہو گیا پھر چالیس دن میں دوبارہ خون آگیا تو وہ مشتبہ ہے، عورت پر واجب ہے کہ وہ نماز پڑھے اور فرض روزے رکھے جس کا وقت مقرر ہے اور فرائض کے علاوہ اس خاتون پر وہ کچھ حرام ہے جو کہ حائضہ پر حرام ہے اور جو اس خون کے ایام میں اس نے کیا ہے" طہر "کے بعد اس کی قضا کرے گی جس طرح حائضہ پر قضا واجب ہوتی ہے، اور یہی فقہاء حنابلہ کے ہاں مشہور ہے۔

اور صحیح بات یہ ہے کہ جب عورت کو خون ایسے زمانے میں دوبارہ واپس آجائے جس میں ممکن ہو کہ نفاس ہے تو وہ نفاس ہو گا ورنہ حیض ہو گا مگر یہ کہ وہ خون عورت کو جاری رہے تو وہ استحاضہ کا خون ہو گا۔

یہ اس قول کے قریب ہے جسے علامہ ابن قدامۃ رحمہ اللہ نے " المغنی "میں امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا :"اگر عورت خون کے ختم ہونے کے بعد یا تیسرے دن بعد دوبارہ خون دیکھتی ہے تو وہ نفاس کا خون ہے ورنہ وہ حیض ہے"۔ اھ اور یہی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اختیار کا تقاضا ہے:

حسبِ واقع خون میں کوئی چیز مشکوک نہیں ہے لیکن شک امر نسبی ہے جس میں لوگ اپنے علم و فہم کے مطابق مختلف ہیں اور کتاب و سنت ان میں ہر چیز کو واضح کرنے والی ہے اللہ تعالیٰ نے کسی ایک پر واجب نہیں کیا کہ وہ دو مرتبہ روزہ رکھے یا دو مرتبہ طواف کرے الا یہ کہ روزے میں نقص و خلل ہو جس کا تدارک قضا کے بغیر ناممکن ہو، رہی بات بندے کے فعل کی جس پر وہ اپنی حسبِ طاقت قدرت رکھتا ہے تو اس کا ذمہ پورا ہو جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :"اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ پابند نہیں کرتا"۔[البقرۃ:۲۸۶]۔ اور فرمایا:"جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو"۔[التغابن:۱۶]۔

پانچواں فرق (جماع): حیض اور نفاس میں : حیض میں جب عورت عادت سے پہلے پاک ہو جائے تو اس کے خاوند کے لیے بغیر کسی کراہت کے جماع کرنا جائز ہے اور نفاس میں جب عورت چالیس دن سے پہلے پاک ہو گی تو مشہور مذہب کے مطابق اس کے خاوند کے لیے جماع کرنا مکروہ ہے، اور صحیح قول یہ ہے کہ اس خاتون سے جماع کرنا مکروہ نہیں ہے۔ اور جمہور علماء کا یہی قول ہے کیوں کہ کراہت حکمِ شرعی ہے جو شرعی دلیل کی محتاج ہے۔ اور اس مسئلہ میں شرعی دلیل نہیں ماسوائے اس

قول کے جسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے عثمان بن ابی العاص کی بیوی کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ چالیس دن سے پہلے عثمان کے پاس آئیں تو انھوں نے کہا :"میرے قریب مت آؤ"۔ اور یہ قول کراہت کو لازم نہیں کرتا کیوں کہ کبھی کبھی خاوند کی طرف سے بطورِ احتیاط اس ڈر سے ہو جاتا ہے کہ خاتون کو ابھی" طہر "پر یقین نہیں ہے یا اس بنا پر کہ جماع کی وجہ سے خون حرکت کرے گا یا اس کے علاوہ اور بھی دوسرے اسباب ہو سکتے ہیں۔ واللہ اَعلم۔

ساتویں فصل: ادویہ کے ذریعے حیض کو روکنے یالانے اور ادویہ کے ذریعے حمل روکنے یاساقط کرنے کے بارے میں۔

عورت کا کوئی چیز استعمال کر کے اپنے حیض کو روکنا دو شرطوں سے جائز ہے:

پہلی شرط: عورت کی صحت کے لیے دوا مضر نہ ہو اور اس پر ضرر وتکلیف کا خدشہ نہ ہو، اگر اس کے استعمال سے تکلیف کا خدشہ ہو تو ناجائز ہے، اللہ کے اس فرمان کی وجہ سے :"اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو"۔[البقرة:۱۹۵]،" اور اپنے آپ کو قتل مت کرو یقیناً اللہ تعالی تم پر رحم کرنے والا ہے"۔[النساء:۲۹]۔

دوسری شرط: حیض کو روکنا خاوند کی اجازت سے ہو، اگر اس کا روکنا خاوند سے متعلق ہو، مثال کے طور پر عورت خاوند کے پاس ایسی عدت میں ہے جس میں عورت کا نان ونفقہ خاوند کے ذمہ واجب ہے تو عورت ایسی میڈیسن (دوائی) استعمال کرے تاکہ اس کی مدت بڑھ جائے اور خاوند پر عورت کا نان ونفقہ زیادہ ہو جائے تو اس وقت عورت کے لیے خاوند کی اجازت کے بغیر ایسی دوائی استعمال کرنا ناجائز ہے جو حیض کو روکتی ہو۔ اور اسی طرح اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حیض کے روکنے سے حمل رکتا ہے تو اس وقت خاوند کی اجازت لازمی وضروری ہے، اور اگر جواز ثابت ہو بھی جائے پھر بھی بہتر یہ ہے کہ ضرورت کے علاوہ دوائی استعمال نہ کی جائے کیوں کہ طبیعت کو اپنی اصلی حالت پر چھوڑنا یہ صحت کو اعتدال اور سلامتی کی طرف لانے کے زیادہ قریب ہے۔

اور رہی بات یہ کہ ایسی چیز کا استعمال کرنا جو حیض کو لانے کا باعث بنے تو یہ بھی دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے:

پہلی شرط یہ ہے کہ: عورت دوائی استعمال کر کے کسی واجب کے سقوط کا حیلہ نہ کرے۔ مثال کے طور پر عورت رمضان کے قریب اس وجہ سے دوائی استعمال کرے تا کہ وہ روزہ نہ رکھے یا تا کہ دوائی کے استعمال سے نماز ساقط ہو جائے اور اسی طرح کے دوسرے امور۔

دوسری شرط: حیض کو لانا خاوند کی اجازت سے ہو کیوں کہ حیض کا حصول خاوند کو مکمل فائدہ اٹھانے سے روکتا ہے تو اس لیے خاوند کی رضامندی کے بغیر ایسی چیز استعمال کرنا ناجائز ہے جو چیز خاوند کے حق کو روکتی ہو، اور اگر وہ عورت مطلقہ ہو تو حیض کو لانے میں یہ حکمت ہوتی ہے کہ خاوند کے حقِ رجوع کو جلدی سے ختم کر دیا جائے اگر خاوند حقِ رجوع کا حق دار ہو۔

اور رہی بات یہ کہ ایسی چیز کا استعمال کرنا جو حمل کو روکتی ہو اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: حمل کو مستقل طور پر روکنا یہ ناجائز ہے کیوں کہ اس سے حمل بالکل ختم ہو جاتا ہے جو نسل کے کم ہو جانے کا باعث ہے اور یہ امتِ اسلامیہ کی کثرت کا جو شارع علیہ السلام کا مقصود تھا اس کے خلاف ہے، اور دوسرا یہ بھی معلوم ومامون نہیں کہ جو اولاد موجود ہے وہ باقی رہے کیونکہ اگر اس کی موجودہ اولاد فوت ہو جائے تو خاتون ایسی بیوہ ہو جائے گی کہ اس کی کوئی اولاد نہیں رہے گی۔

دوسری قسم: حمل کو ایک وقتِ مقرر تک روکا جائے مثال کے طور پر عورت کثرتِ حمل والی ہے اور حمل اسے تکلیف دیتا ہے تو خاتون یہ چاہتی ہے کہ اس کا حمل دو سال میں ایک مرتبہ منظّم ہو جائے یہ اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ ایک تو اس کا خاوند اسے اجازت دے اور دوسرا اس سے عورت کو نقصان نہ ہو، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے عہدِ مبارک میں اپنی عورتوں سے اس وجہ سے "عزل" کرتے تھے کہ ان کی عورتیں حاملہ نہ ہوں تو اس سے ان کو روکا نہیں گیا، اور "عزل" یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی سے جماع کرتے ہوئے اپنے ذَکَر کو انزال کے وقت باہر نکال لے اور عورت کی شرمگاہ سے باہر انزال کرے۔

اور رہی بات یہ کہ ایسی چیز کا استعمال کرنا جس سے اسقاطِ حمل (ABORTION) ہوتا ہے تو اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: حمل ضائع کرنے کا مقصد بچہ ضائع کرنا ہو تو اگر یہ نفخِ روح کے بعد ہو تو یہ بلاشک وشبہ حرام ہے کیوں کہ یہ ایک نفس کا ناحق قتل کرنا ہے اور جان کا قتل کرنا کتاب وسنت اور مسلمانوں کے اجماع سے حرام ہے۔ اور اگر یہ عمل روح پھونکے جانے سے پہلے ہو تو اس کے جواز کے بارے علماء کرام نے اختلاف کیا ہے: بعض علماء نے اس کی اجازت دی ہے اور بعض نے منع کیا ہے اور بعض نے فرمایا ہے: ''اگر علقہ '' نہ ہو تو جائز ہے، اور بعض نے کہا ہے: اگر اس میں انسان کی شکل وصورت نمایاں نہ ہو تو جائز ہے۔

اور احوط یہ ہے کہ بغیر ضرورت وحاجت کے اسقاطِ حمل ممنوع ہے جیسا کہ عورت ایسی مریضہ ہے کہ حمل برداشت نہیں کر سکتی وغیرہ تو اس وقت اسقاطِ حمل جائز ہے ہاں اگر اس حمل پر اتنی مدت گزر گئی ہو جس میں انسان کی شکل وصورت واضح ہونا ممکن ہو تو اس صورت میں اسقاطِ حمل ممنوع ہے۔ واللہ أعلم۔

دوسری قسم: اسقاطِ حمل سے حمل ضائع کرنا مقصود نہ ہو اس طرح کہ حمل کی مدت کے پوری ہونے اور وضع حمل کے قریب ہونے کے وقت اسقاطِ حمل کی کوشش کرنا، یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ اس صورت میں ماں اور بچے کا نقصان نہ ہو اور آپریشن کی بھی ضرورت نہ پڑے، اگر آپریشن کی ضرورت پڑتی ہے تو اس کی چار حالتیں ہیں:

پہلی حالت یہ ہے کہ ماں اور بچہ دونوں زندہ ہوں تو ضرورت کے بغیر آپریشن جائز نہیں ہے وہ اس طرح کہ ڈلیوری مشکل ودشوار ہو جائے تو آپریشن کی ضرورت پڑ جائے، یہ اس لیے کہ جسم بندے کے پاس ایک امانت ہے تو بندہ کسی بڑی مصلحت کے سوائے اس میں تصرف نہیں کر سکتا اور

(آپریشن اس لیے بھی جائز نہیں) کہ کبھی بندہ گمان کرتا ہے کہ آپریشن میں نقصان نہیں لیکن نقصان ہو جاتا ہے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ ماں اور بچہ دونوں مردہ ہیں تو اس وقت بچے کو نکالنے کے لیے آپریشن کرنا ناجائز ہے کیوں کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

تیسری حالت یہ ہے کہ ماں زندہ ہو اور حمل (بچہ) مردہ ہو تو اس وقت بچے کا نکالنے کے لیے آپریشن کرنا جائز ہے الا یہ کہ ماں پر نقصان کا خدشہ ہو کیوں کہ ظاہر سے یہی ثابت ہوا کہ جب بچہ مردہ ہوتا ہے تو بغیر آپریشن کے نہیں نکالا جاسکتا تو اس حمل کا عورت کے پیٹ میں رہنا عورت کے مستقبل میں حاملہ ہونے سے روک دے گا اور اس سے عورت پر مشقت ہوگی اور بسا اوقات وہ بغیر شوہر کے رہ جائے گی جب وہ سابق خاوند کی طرف سے عدت میں ہو۔ واللہ اعلم۔

چوتھی حالت یہ ہے کہ ماں مردہ ہو اور بچہ زندہ ہو اگر بچے کی زندگی کی امید نہ ہو تو آپریشن جائز نہیں ہے۔

اور اگر بچے کے زندہ رہنے کی امید ہے اور بچے کا بعض حصہ نکل آیا تو باقی حصہ کو نکالنے کے لیے ماں کا پیٹ چاک کیا جائے گا اور اگر بچہ کا کچھ حصہ بھی باہر نہ نکلا ہو تو ہمارے اصحاب رحمہم اللہ نے فرمایا ہے :"کہ حمل کو نکالنے کے لیے ماں کے پیٹ کا آپریشن نہیں کیا جائے گا کیوں کہ یہ" مثلہ " ہے"۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ ماں کے پیٹ کا آپریشن کیا جائے گا اگر بغیر آپریشن کے حمل نکالنا ناممکن ہو، ابن ہبیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، علامہ مرداوی نے" الانصاف "مین فرمایا ہے :"یہی بہتر ہے"۔

میں کہتا ہوں ہمارے اس دور میں خصوصی طور پر بہتر ہے کیوں کہ آپریشن کا اجراء" مثلہ " نہیں ہے۔ اس لیے کہ پیٹ کا آپریشن ہوتا ہے پھر اس کو سی دیا جاتا ہے اور اس لیے بھی کہ زندہ

انسان کی حرمت مردہ کی حرمت سے زیادہ ہے اور اس لیے بھی کہ معصوم کو ہلاکت سے بچانا واجب ہے اور حمل معصوم انسان ہے اس کو بچانا واجب ہے۔ اور اللہ بہتر جانتا ہے۔

نوٹ: مذکورہ حالات جن میں اسقاطِ حمل کا جواز ہے ان میں خاوند کی اجازت لینا لازمی وضروری ہے۔

یہاں تک کلام ختم ہوا جس کا ہم نے اہم موضوع میں لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔

ہم نے صرف مسائل کے اصول وضوابط پر اکتفا کیا ہے ورنہ اس مسائل کے فروعات اور جزئیات اور جو مسائل اس بارے میں خواتین کو لاحق ہوتے ہیں وہ بحر بیکراں کی طرح ہیں۔ لیکن دانا اور زیرک آدمی فروعات کو اصول کی طرف اور جزئیات کو کلیات وضوابط کی طرف لوٹانے کی طاقت رکھتا ہے اور چیزوں کو نظائر پر قیاس کرتا ہے۔

اور مفتی کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اللہ تعالی اور اس کی مخلوق کے درمیان رسولوں کی دعوتِ حقہ کو بیان کرنے اور پہنچانے کا ایک واسطہ اور ذریعہ ہے اور جو کچھ بھی کتاب وسنت میں موجود ہے اس بارے میں وہ مسؤول اور ذمہ دار ہے کیوں کہ کتاب وسنت یہ ایسے مصادرِ شریعت ہیں جن کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے لیے بندہ کو مکلّف ٹھہرایا گیا ہے۔ اور ہر وہ چیز جو کتاب وسنت کے مخالف ہے وہ غلط ہے اسے اس کے قائل کی طرف رد کرنا واجب ہے اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں اگرچہ اس کا قائل کبھی کبھی معذور مجتہد ہوتا ہے اسے اپنے اجتہاد کا اجر ملے گا لیکن دوسرا آدمی جو اس کی غلطی جاننے والا ہے اس کے لیے اس کا فتویٰ قبول کرنا ناجائز ہے۔

مفتی پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے حصول کے لیے اپنی نیت خالص کرے اور ہر قسم کے درپیش حادثات وواقعات میں صرف اللہ سے مدد طلب کرے اور اللہ تعالیٰ سے درستگی کے لیے ثابت قدمی اور توفیق کا سوال کرے۔

اور مفتی پر واجب ہے کہ اس کا اعتماد کتاب وسنت میں وارد باتوں پر ہونا چاہیے سو وہ کتاب وسنت میں مسائل دیکھے اور تلاش کرے یا جس میں کتاب وسنت کے فہم پر مبنی اہلِ علم کے کلام سے مدد لی گئی ہے اس میں مسائل دیکھے اور تلاش کرے۔

اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مسائل میں سے کوئی مسئلہ رونما ہوتا ہے تو انسان اہلِ علم کے کلام کی روشنی میں حسبِ طاقت مسائل تلاش کرتا ہے پھر اس مسئلہ کے حکم کے بارے میں ایسی کوئی دلیل نہیں پاتا جو اسے مطمئن کر سکے اور بسا اوقات ان مسائل کا ذکر بالکل نہیں پاتا، پس اچانک جب وہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس کے لیے مسئلہ کا حکم قریب قریب ظاہری طور پر واضح ہو جاتا ہے اور ایسا اخلاص، علم اور فہم وفراست کے حساب سے ہوتا ہے۔

اور مفتی پر واجب ہے کہ وہ اشکال کے وقت حکم میں تاخیر کرے اور جلدی مت کرے، کتنے ایسے حکم ہوتے ہیں جن میں مفتی جلدی کرتا ہے پھر غور وفکر کے بعد اس کے لیے واضح ہوتا ہے کہ وہ اس حکم میں غلطی پر ہے پھر وہ اس پر نادم وپشیمان ہوتا ہے اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو اس نے فتویٰ دیا ہوتا ہے اس میں غلطی کی اصلاح کرنے کی طاقت وسکت نہیں رکھتا۔

لوگ جب مفتی کے اندر حقیقت کی جستجو، بردباری، نرمی اور سنجیدگی جیسی صفات پہچانتے ہیں تو پھر اس کے قول پر اعتماد کرتے ہیں اور اس کے قول کو معتبر سمجھتے ہیں، اور لوگ جب مفتی کو جلدی کرنے والا اور بہت زیادہ غلطی والا دیکھتے ہیں تو جس بارے میں وہ فتویٰ دیتا ہے اس پر اعتماد نہیں کرتے پس مفتی اپنی عجلت اور غلطی کی وجہ سے اپنے آپ کو اور لوگوں کو اپنے علم اور درستگی سے محروم رکھتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دے اور اپنی خاص عنایت کے ذریعہ ہمیں اپنے ذمہ میں لے لے اور ہمیں اپنی عنایت کے ذریعہ گناہ کے ارتکاب سے محفوظ رکھے، بے شک وہ جود وسخا اور عزت والا ہے، اور صلاۃ وسلام ہو

ہمارے نبی ﷺ پر اور ان کی آل اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اور تمام تعریفات اس اللہ عز وجل کے لیے خاص ہیں جس کی نعمت کے ساتھ نیک کام تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

یہ رسالہ مکمل ہوا۔

بقلم فقیر الی اللہ
محمد بن صالح العثیمین

بوقت چاشت بروز جمعہ

۱۴ شعبان ۱۳۹۲ھ

فہرست

نسوانی طبعی خون کے احکام ۱

پہلی فصل: حیض کا معنی اور اس کی حکمت ۵

دوسری فصل: حیض کے زمانے اور مدت کے متعلق۔ ۶

حاملہ کا حیض: ۱۲

تیسری فصل: حیض پر اچانک طاری ہونے والے امور کے متعلق۔ ۱۴

چوتھی فصل: حیض کے احکام کے بیان میں ۱۸

پانچویں فصل: استحاضہ اور اس کے احکام ۳۱

چھٹی فصل: نفاس اور اس کا حکم ۳۸

ساتویں فصل: ادویہ کے ذریعے حیض کو روکنے یا لانے اور ادویہ کے ذریعے حمل روکنے یا ساقط کرنے کے بارے میں۔ ۴۳

فہرست ۵۰